حاملان قرآن

حضرت شیخ عماد رضی اللہ عنہ

صفا و صدق عماد بقائے جاوید است
رہ بقائے ابد جوئے و بے عماد مباش

از

جناب مولوی محمد عثمان صاحب عمادی بی ایس سی علیگ

عہد جاہلیت کی تاریخ عربوں کے اس فخر کا رہ رہ کے تذکرہ کرتی اور بار بار اس کے مزے لیتی گئی

اِذا مضرُ الحمراءِ کانت ارومتی — وقام بنصری خازمٌ وابن خازم

(جب میرا خاندان قبیلہ مُضر ہوا جن کے سرخ رنگ کے خیمے ہیں، اور خازم و فرزند خازم میری مدد کو اٹھے)۔

عطست بانفٍ شامخٍ اذ تناولت — یدایَ الثریّا قاعِدًا غیر قائم

(تو غرہ غرور سے میرا سر بلند ہوگیا، اس لیے کہ میرے دونوں ہاتھوں نے بیٹھے ہی بیٹھے ثریا کو پالیا، کھڑے ہونے کی نوبت تک نہ آئی)

حضرت شیخ عماد رضی اللہ عنہ کی سیرت پاک میں یہ فخر اس خاندان میں نمایاں ہوتا ہے:۔

اذا دولۃُ القرآن کانت ارومتی — وقام مقامی عالمٌ بعد عالم

حب کلام اللہ میرا قبیلہ و خاندان ہوا، اور ہمیشہ خاندان میں ایک عالم کے بعد دوسرا عالم

نیرا قائم مقام ہوتا رہا)۔

تواضعتُ للهِ الکریم اذ تناولت   یدایَ الثریا قاعدًا غیر قائمِ

(تو میں اللہ کے لیے اور بھی جھک گیا، تواضع اختیار کرلی، کہ اس نے اتنی بڑی نعمت بخشی کہ میرے ہاتھوں نے بیٹھے بیٹھے ثریا کو پالیا، کھڑے ہونے کی نوبت تک نہ آئی)۔

الحمد للہ کہ آل عماد میں یہ نعمت آج تک مستقیم اور یہ انداز اب تک قائم ہے۔

ہنوز آں ابر رحمت دُرفشان است

خم وخمخانہ با نام ونشان است

مجالس ذکر میں حضرت نے آیات الٰہی کے "وقتاً فوقتاً" جو مطالب متعین فرمائے ہیں مستفیدین ان کا املا کرتے رہے، اور ان امالی کے اجزا آج بھی چشم تحقیق کے لیے بصیرت افروزی کے روشن ترین جلوے اپنے اندر رکھتے ہیں، حضرت کی زبان عربی تھی، یہ امالی بھی عربی ہی میں ہیں، اردو میں یہ پہلی تلخیص ہے جو ترجمان القرآن کے لیے کی جارہی ہے، امتداد نے اس طومار کو جابجا کرم خوردہ کر رکھا ہے، ایسے مقامات پر بجائے نقل عبارت کے سیاق سے جو مفہوم متعین ہوسکتا تھا اسی پر قناعت کرنی پڑی۔

مبادا کہ ایں گوہر آید بسر

الاستقامۃ فوق الکرامۃ استقامت کیا ہے اور کیوں اس کو فوق الکرامۃ کہا گیا ہے؟ اس باب میں حضرت نے سورہ حم السجدہ کی اس آیۃ کریمہ کی تفسیر فرمائی:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا	جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے
تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا	پھر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم اندیشہ نہ کرو
وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ	اور نہ رنجیدہ ہو، خوش رہو کہ اس بہشت کی تمہیں بشارت
کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ، نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ	ہوئی جس کے وعدے تم سے ہوا کرتے تھے دنیا و آخرت

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا	ان دونوں زندگیوں میں ہمیں تمہارے ساتھی ہیں
تَشْتَھِیْ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ	یہاں جو تمہارا جی چاہے حاضر اور جو مانگو مہیا ہے،
نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ۔	یہ ایک طرح کی ضیافت ہے ایک غفور الرحیم کی جانب سے
وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ	کون اس سے بہتر اور کس کی بات اس سے اچھی ہو سکتی
صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔	ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اچھے اچھے کام کئے، اور
	اقرار کیا کہ میں اہل اسلام میں سے ہوں

اصناف کمال | فرمایا۔

اِن الکمالات علی ثلاثۃ اقسام:۔	کمال کی تین قسمیں ہیں۔
النفسانیۃ وھی اشرفھا	کمال روحانی، اس کا سب سے اونچا درجہ ہے۔
والبدنیۃ وھی اوسطھا	کمال جسمانی، اس کا درمیانی مرتبہ ہے۔
والخارجیۃ وھی ادونھا	کمال خارجی، اس کی بالمقابل ادنی حیثیت ہے۔
کمال نفس | والکمالات النفسانیۃ علی نوعین:	کمال روحانی کی بھی دو قسمیں ہیں:۔
علم الیقین۔	وہ علم جو مفید یقین ہو۔
والعمل الصالح	اور وہ عمل جو صالح ہو۔
فان کمال الانسان ان یعرف الحق لذاتہ	انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ "حق" کو محض حق ہی کے لئے پہچانے
والخیر لاجل العمل بہ	اور "خیر" کو اس لیے پہچانے کہ ویسا ہی کام کرے۔
معرفت الٰہی | وراس المعارف معرفۃ اللّٰہ ،	سب سے بڑی اور سب سے اچھی پہچان اللہ کو پہچاننا ہے،
والیہ الاشارۃ بقولہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا	آیت "حقیقت میں جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار
رَبُّنَا اللّٰہُ۔	اللہ ہی ہے" اسی جانب اشارہ ہے۔

میانہ روی | ورأس الاعمال الصالحة ان تستقيم في الوسط فلا تميل الى طرفيه الافراط والتفريط، واليه الاشارة في هذه الآية بقوله: ثم استقاموا

سب سے بڑا اور سب سے اچھا عمل صالح یہ ہے کہ تم بیچوں بیچ ٹھیک طرح قائم رہو، اس کے دونوں کنارے جو افراط و تفریط ہیں ان میں سے کسی کی طرف رخ نہ کرو۔ آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ "پھر وہ لوگ قائم رہے"

خدا کے اقرار کے ساتھ یقین اور معرفت لازم ہے | ولما كان قوله تعالى إنّ الذين قالوا ربّنا الله يمكن حمله على القول باللسان فقط عقبه بقوله: ثم استقاموا، فعلم انّ ذلك لا بدّ له من ان يكون مقرونًا باليقين التام والمعرفة الحقيقية

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اس بات کو صرف زبان سے بھی کہہ دینے پر محمول کر سکتے تھے، لہٰذا اس کے بعد فرمایا پھر وہ اس پر مستقیم بھی ہو گئے، اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ زبان سے جو کچھ کہا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ یقین کامل اور معرفت حقیقی کے ساتھ کہا جائے۔

شان نزول | وقد نزلت هذه الآية في سيدنا ابي بكر رضي الله عنه حينما وقع في انواع شديدة من البلاء والمحنة ولم يتغير عن دينه.

یہ آیت ہمارے جد بزرگوار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی تھی جب آپ طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں میں پڑے اور پھر بھی ذرہ برابر اپنے دین سے نہ ہٹے۔

فكانّ هو الذي قال: ربنا الله، وبقي مستقيمًا عليه لم يتغير بسبب من الاسباب

گویا ابوبکر صدیق ہی نے یہ کہا تھا کہ "ہمارا پروردگار اللہ ہے"، اور پھر اس بات پر ایسے مستقیم اور ثابت رہے کہ کسی طرح بھی اس اعتقاد اور اس پر عمل میں کوئی تغیر نہ ہونے دیا۔

غلو سے بچنا | فمن اقرّ بالله يجب عليه ان لا يتوغل جانب النفي ولا الاثبات بل يبقى

جس نے اللہ کے پروردگار ہونے کا اقرار کیا اس پر لازم ہے کہ نفی و اثبات دونوں میں حد سے نہ بڑھے بلکہ خط

على الخط المستقيم الفاصل بين طرفي التعطيل والتشبيه والجبر والقدر والرجاء والقنوط ونحوه۔	مستقیم پر قائم رہے جو تعطیل (یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک صفت میں مخلوقات کے مشابہ سمجھنا) اور جبر و اختیار اور امید و ناامیدی وغیرہ کے درمیان ایک حد فاصل ہے۔
اقرار ربوبیت وعمل صالح | والاستقامة محمولة على الاتيان بالاعمال الصالحة	استقامت کو اعمال صالحہ پر محمول کرنا چاہیے کہ اچھے اچھے کام کریں کرتے رہیں، اور کبھی اس میں تغیر نہ ہونے دیں
فقوله تعالیٰ۔ إن الذين قالوا ربنا الله متناولٌ للقول والاعتقاد	آیۂ شریف "جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہی ہے" اس میں کہنے کی بات قول و اعتقاد دونوں کو شامل ہے۔
وقوله : ثم استقاموا متناول للاعمال الصالحة۔	"پھر اس پر قائم رہے" یہ تمام اعمال صالحہ پر حاوی ہے۔

رعایت مصلحت \| فرمایا:—

ان الغاية في رعاية المصالح دفع المضار وجلب المنافع، ودفع المضرة اولى بالرعاية من جلب المنفعة۔	مصلحت بینی و مصلحت شناسی میں خاص بات یہ ہے کہ مضرتیں دفع ہوں اور منفعتیں حاصل کی جائیں؟ حصول منفعت پر بھی دفع مضرت مقدم ہے۔
والمضرة اما ان تكون حاصلة في المستقبل او في الحال او في الماضي۔	حصول مضرت کا امکان یا تو زمانہ مستقبل میں ہے۔ یا حال میں یا ماضی میں۔
والمستقبل المقدمُ على الحاضر والحاضر مقدمٌ على الماضي۔	مستقبل حال پر مقدم ہے اور حال کو زمانہ ماضی پر تقدم حاصل ہے۔
فان الشئ الذي لم يوجد ويتوقع	کوئی شے جب تک موجود نہیں مگر ہونے کی توقع ہے۔

حدوثہ یکون مستقبلاً، فاذا وُجد	ہنوز زمانہ مستقبل میں ہے جب موجود ہو گئی تو زمانہ
یصیرُ حاضراً فاذا انعدم یصیر ماضیا	حال میں آگئی اور جب جاتی رہی تو ماضی بن گئی۔
فالمضار التی یتوقع حصولها فی المستقبل	جو مضرتیں زمانہ مستقبل میں حاصل ہونے والی ہوں ان کو
اولیٰ بالدفع من المضار الماضیۃ	دفع کرنا زمانہ ماضی کی مضرتوں کے دفع کرنے پر مقدم ہے
خوف و حزن | والخوف عبارۃٌ عن تألم القلب	خوف یہ ہے کہ کسی آیندہ ضرر ہونے کی توقع سے دل
بسبب توقع حصول مضرۃ فی المستقبل و	کو رنج پہونچے، اور حزن یہ ہے کہ کوئی نفع جو زمانہ ماضی
الحزن عبارۃ عن تألم القلب بسبب فوت	میں حاصل تھا۔ اس کے فوت ہو جانے سے قلب رنجیدہ
نفع کان موجوداً فی الماضی، فدفع الخوف	ہو، اس بنا پر خوف کا دفع کرنا حزن کے دفع کرنے
اولیٰ من دفع الحزن۔	پر مقدم ہے۔
آیت کے مدارج ترتیبی | وقد اخبر اللہ عن	اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کی نسبت آگاہ فرمایا ہے
ملائکتہ انهم فی الاول الامر یخبرون	کہ وہ پہلے پہل مسلمانوں کو یہ خبر دیں گے کہ آگے چل کر
بانہ لاخوفٌ علیکم بسبب ماتستقبلون	قیامت میں جو حالات پیش آنے والے ہیں تم ان کا
من احوال القیامۃ	خوف نہ کرو۔
ثم یخبرون بانہ لاحزن علیکم بسبب	پھر یہ کہیں گے کہ دنیا کے جو حالات فوت ہو گئے وہ تمہارے
ما فاتکم من احوال الدنیا۔	حق میں حزن کا سبب نہیں۔
وعند حصول هذین الامرین زالت	جہاں یہ دونوں باتیں حاصل ہوئیں کہ تمام مضرتیں
المضار والمتاعب کلها۔	اور اذیتیں جاتی رہیں۔
وبعد الفراغ منہ یبشرون بحصول	اس سے فراغت ہونے پر حصول منفعت کی بشارت
المنافع وهو قولہ تعالیٰ: وابشروا	دیں گے، یہی مدعا آیۂ کریمہ کا ہے کہ "تمہیں اس جنت

بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ کی بشارت ہو جس کے وعدے تم سے ہوتے تھے

| اللہ ہی مولیٰ ہے | فرمایا۔

نحن اولیاءکم۔ ہم تمہارے ولی ہیں مفسرین اس قول کو فرشتوں سے منسوب کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے وہ اس طرح خطاب کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔

انما ولیکم اللہ تم سب کا ولی اور والی اللہ ہی ہے۔

اللہ ولی الذین امنوا۔ جو ایمان لائے ان کا ولی اور والی تو اللہ ہی ہے

ذلک بان اللہ مولی الذین امنوا وان الکفرین یہ اس لیے کہ جو ایمان لائے ان کا والی تو اللہ ہی ہے

لامولی لھم۔ اور کافروں کا تو کوئی بھی والی نہیں۔

اللہ جن کا والی ہو، فرشتے اپنے آپ کو ان کے ولی کی حیثیت میں کیوں کر پیش کر سکتے ہیں؟

فرشتوں کی بات گذر چکی یہاں سے اللہ کی بابت شروع ہوتی ہے۔

| مسلمان کی دنیا و آخرت | فرمایا:۔

نزول ملائکہ لوگوں کی رائے میں پیغمبروں ہی تک محدود ہے بے شبہہ یہ تحدید ایک حد تک صحیح ہے فرشتے پیغمبروں کے پاس آتے ہیں تو اللہ کی جانب سے وحی اور شریعت لاتے ہیں، عامۂ مومنین اس شرف میں شریک نہیں۔

لیکن مومنین مخلصین میں جو مستقیم الحال ہیں ان پر بھی فرشتے نازل ہوتے ہیں، انھیں خوف و حزن سے تسکین و تسلی دلاتے ہیں، اور بہشت موعود کی بشارت دیتے ہیں ملائکہ ان پر اترتے ہیں کہ خوف نہ کرو، محزون نہ رہو، تو تمھیں اس جنت کی بشارت ہے جس کے وعدے تم سے ہوا کرتے تھے۔۔۔

لہ کاغذ کرم خوردہ، عبارت جابجا غیر مقروء، سوق کلام مبنی بر سیاق ہے۔

لہ کاغذ کرم خوردہ، عبارت جابجا غیر مقروء، سوق کلام مبنی بر سیاق ہے۔

- یہاں جو تمہارا جی چاہے حاضر اور جو مانگو مہیا ہے" مفسرین اس وعدے کو بہشت آخرت سے موعود سمجھتے ہیں، لیکن جب اس سے پہلے حیاۃ دنیا و آخرۃ دونوں کا تذکرہ ہے تو کیا یہ وعدہ دونوں کی نسبت نہیں ہوسکتا؟

ممکن ہے اس دنیا میں ایک انسان کی تمام آرزوئیں پوری نہ ہوں، لیکن حیف ہے کہ ایک مسلمان کی تمنائیں بر نہ آئیں۔

تعلق جسمانی مانع عروج آسمانی | فرمایا۔

ان جوھر النفس کالشعلۃ بالنسبۃ الی الشمس والقطرۃ الی البحر۔	جوہر روح کی مثال ایسی ہے جیسے آفتاب کی نسبت سے ایک شعلہ اور سمندر کی نسبت سے ایک قطرہ۔
والتعلقات الجسمانیۃ ھی التی تحول بینھا وبین السماء، کما قال صلی اللہ علیہ وسلم	آسمان تک روح کے عروج کرنے میں جسمانی تعلقات حائل ہیں، آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں
لولا ان الشیٰطین یحومون علی قلوب بنی اٰدم لنظروا الی ملکوت السمٰوٰت	"بنی آدم کے دل کے آس پاس شیطان پھرا نہ کرتے تو آسمانوں کی بادشاہی انسانوں کو بھی نظر آتی"۔
فاذا ازالت العلائق الجسمانیۃ والتدبیرات البدنیۃ فقد زال الغطاء	جسم کے علاقے اور بدن کی تدبیریں جہاں زائل ہوئیں کہ یہ حجاب حائل بھی اٹھ گیا۔
فیتصل الاثر بالموثر والقطرۃ بالبحر والشعلۃ بالشمس	اس حالت میں اثر اپنے موثر سے، قطرہ دریا سے اور شعلہ آفتاب سے جا ملے گا۔
فھذا ھو المراد من قولہ: نحن اولیاءکم فی الحیاۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔	"اس دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تمہارے ولی ہیں،" اس آیت سے یہی مراد ہے۔
اللہ کی ضیافت | ثم قال: نزلا من غفور رحیم	اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا ہے کہ "یہ سب ایک طرح

والنزل رزق النزیل وھو الضیف فکل	کی ضیافت ہے ایک غفور الرحیم کی طرف سے" نزیل
ھذہ السعادات المذکورۃ جاریۃ	مہمان کو اور نزل اس کی تواضع اور ضیافت کو کہتے
مجری النزل والکریم اذا اعطی النزل	ہیں یہ تمام سعادتیں جن کا بیان اس آیت میں ہے
یتبعہ بالخلع من بعدہ وھی رضوانہ	ایک طرح کی ضیافت کا حکم رکھتی ہیں، شریف جب کسی
جل شانہ ورضوان اللہ اکبر۔	کی ضیافت کرتے ہیں تو اس کے بعد خلعت سے بھی سرفراز

فرماتے ہیں، یہاں رضائے الٰہی کا خلعت ہوگا کہ یہی سب سے بڑھ چڑھ کے ہے؛

مرتبہ سعادت فرمایا :۔

مراتب السعادت اثنان	سعادت کے دو درجے ہیں ؛
التام	وہ جو کامل ہو۔
وفوق التام	وہ جو اس سے بھی بڑھ کے ہو۔
اما التام فھو ان یکتسب من الصفات	کامل سعادت یہ ہے کہ ایسی فضیلت کے اوصاف
الفاضلۃ ما لاجلھا یصیر کاملا فی ذاتہٖ	حاصل کیے جائیں جن سے انسان بذاتہ کامل ہو جائے
فاذا صعد الی ھذہ الدرجۃ اشتغل	جب اس درجہ پر انسان پہنچ گیا تو ناقصوں کو کامل
بتکمیل الناقصین وھو فوق التام"	بنانے کی جانب مشغول ہونے کا وقت آیا کامل سعادت
	سے بھی یہ سعادت بڑھی ہوئی ہے"۔
اپنے آپ کو کامل بنانا فقولہ: ان الذین	آیۂ کریمہ "جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار
قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا" اشارۃ	اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے"، اس میں پہلے مرتبہ کی
الی المرتبۃ الاولی وھی اکتساب الاحوال	جانب اشارہ ہے یعنی ایسے حالات کا حاصل کرنا جن سے
التی تفید کمال النفس فی جوھرھا،	جوہر روح کامل ہو سکے،

قوم کو درجۂ کمال پر پہونچانا فانما التصفت النفس بہا وجب الانتقال الی المرتبۃ الثانیۃ وھی الاشتغال بتکمیل الناقصین	جب یہ مرتبہ حاصل ہوگیا تو اس سے آگے بڑھنے اور دوسرا مرتبہ حاصل کرنے کی لازمی ضرورت پیش آئی، یعنی ناقصوں کو کامل بنانے کا کام۔
دعوت اسلام کے یہی معنی ہیں وذلک انما یکون بدعوۃ الخلق الی الدین الحق، وھو المراد من قولہ: ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ۔	یہ دوسرا درجہ اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ خلق اللہ کو دین حق کی دعوت دیجائے، آیۂ کریمہ "اس سے اچھا کون ہے اور اس کی بات سے کس کی بات اچھی ہے جس نے اللہ کی جانب دعوت دی" اس سے یہی مراد ہے۔

فضل فونٹن پن

سینیر ۸۶/۷ جونیر ۱۱۰/۰

نیا اسٹاک آچکا ہے

خوبصورت، پائدار، قیمت واجبی علاوہ اس کے سامان

اسٹیشنری و کاغذ وغیرہ خط و کتابت سے طلب فرمائیے۔

فدا علی محمد علی تاجر کاغذ پتھر گھٹی حیدرآباد دکن